eISSN: 2791-0342
pISSN:2791-0334

اُردو شاعری میں تاریخی وسائنسی شعور (بحوالہ معراج)

HISTORICAL AND SCIENTIFIC AWARENESS IN URDU POETRY

Dr.Tahira Inaam
Assistant Professor, Govt. Graduate College
for Women, Karkhana Bazar, Faisalabad

ڈاکٹر طاہرہ انعام
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو گورنمنٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین
کارخانہ بازار، فیصل آباد

ABSTRACT

"Urdu poetry depicts historical consciousness and scientific as well. Some aspects of Islamic civilization are found in poetry of all areas where ever the Muslims live. Metaphysics and mysticism are also some of them and oftenly such concepts are related to Miraaj un Nabi. The research and contemplation on Miraaj has extended the horizons of historical and scientific concepts in Urdu Poetics.science prove the realities and literature shows its impact on thoughts and behaviors that's why those are interlinked."

KEYWORDS

Historical Consciousness, Research, Miraaj Nama, Science, Space Sciences, Time and Space

تاریخی شعور سے مراد ماضی کے واقعات و عوامل اور تہذیب کا ادراک و اظہار ہے۔ اگر تہذیبی عمل پختگی حاصل کر چکا ہو تو وہ آنے والے عہد میں ایک مضبوط ارتقائی روایت کا جزو بنتا ہے۔ تخلیق کار کا تاریخی شعور عظیم ادب کی تخلیق میں معاون ہوتا ہے۔ یوں اس کی تخلیق ایک پوری تہذیب کی نمائندہ قرار پاتی ہے۔ اُردو شعر و ادب کی تاریخ کا سراغ لگایا جائے تو اس کے سرے ہند اور ایران سے ہو کر عرب جا پہنچتے ہیں۔ گویا ایک مکمل اسلامی تہذیب کی بازگشت اُردو ادب کے عظیم نمونوں میں لازماً سنائی دے گی۔ ایک مشترک تہذیب سے وابستہ تخلیق کار خواہ کسی بھی عہد یا علاقے میں شعور کی آنکھ کھولیں ان کی تحریروں میں اس تہذیبی ورثے کی بازیافت کا عمل زیریں یا ظاہری سطح پر کارفرما نظر

آئے گا۔ نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا یہ تاریخی شعور ہر عہد کی علمی دریافتوں اور فکری جہات سے مملو ہو کر ایک منفرد پیرایۂ اظہار میں ڈھلتا جاتا ہے۔

انسان کا وجود نہ صرف کائناتی مظاہر کو اعتبار بخشتا ہے بلکہ علوم دنیوی و سماوی کا موضوع و مرکز بھی انسان ہے۔ شعر و ادب کا تانا بانا بھی انسان کی بساطِ ہستی پر ہی بُنا جاتا ہے۔ ہر عہد میں نوکِ قلم سے ہستیِ انسان کی تعبیر و تفسیر جاری رہی ہے لیکن ہر عہد کا ادب اپنے اندر کچھ سوالات سمو لیتا ہے جو انسان سے متعلق ہیں اور انسان ہی ان کے جواب کی تلاش میں مستغرق ہے۔ انسان اپنی تلاش کے اس سفر میں علم و فلسفہ کے علاوہ الہامی کتب، مذاہب روایات اور اساطیر سے بھی تشفی چاہتا ہے۔

مختلف مورخین کے نزدیک تاریخ ایک مسلسل جاری و ساری عمل ہے جو ماضی، حال اور مستقبل کو ایک ہی لڑی میں پرو دیتا ہے۔ تاریخ کا عمل مذہب، معاشرے اور انسانی تہذیب کی بنیاد ہے اور انسانی شعور سیاسی ارتقا کا زینہ ہے۔ تاریخی عمل قوانینِ فطرت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تاریخ سے انسان کے اعمال اس کی ترقی اور فطرت کے اصولوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ تاریخ انسان کی طاقت، عمل اور رجحانات کا فطری عمل ہے لہٰذا تاریخ جگہ، وقت اور ماحول کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔ ماضی کے واقعات قوموں کی تہذیب و تمدّن کے عروج و زوال کی کہانی، تاریخ کا حصہ ہوتی ہے۔ تاریخ ایک نامیاتی عمل کی طرح پیہم رواں دواں ہے۔ یہ ماضی، حال اور مستقبل کی ایک وحدت کا نام ہے۔(i)

''تاریخ ایک طرح کا ضخیم گراموفون ہے جس میں قوموں کی صدائیں محفوظ ہیں۔''(ii)

شاعری افکار کی کثرت اور امتزاج سے عبارت ہوتی ہے۔ مابعد الطبیعاتی اور متصوّفانہ خیالات کے ساتھ ساتھ ٹھوس زمینی حقائق، وقت اور کائنات کا شعور اور ثقافتی و سائنسی مظاہر یہ سب پرچھائیاں جدید شعری فکر پر منڈلا رہی ہیں۔ شاعر کے لفظوں کے دروبست میں تحت الشعور، لاشعور اور اجتماعی شعور کارفرما ہوتا ہے۔ جس کی دریافت کے لیے شاعر کے فکر و عقائد کے سرچشموں کو دیکھنا پڑتا ہے۔ معراج کا عظیم واقعہ ہمارے اجتماعی لاشعور کا حصہ ہے۔ جو بسا اوقات شاعر کے لفظوں میں تہ در تہ اسرار و رموز سمو دیتا ہے جن کی تعبیر و تشریح صاحبانِ بصیرت اور محققین پر عرفانیات کے نئے در کھولتی ہے۔

ادب کے دیگر خصائص کی طرح تاریخی شعور بھی ہر عہد یا شاعر کے ہاں ایک انداز سے نہیں جھلکتا یوں بھی ہوتا ہے کہ سینہ بہ سینہ چلتی ہوئی غیر مصدّقہ روایات ایک مدت تک شعری تخلیقات میں جگہ بنائے رکھتی ہیں۔ مگر ایک پختہ تاریخی شعور کا حامل شاعر اس کا سدِّباب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ معراج کے حوالے سے شاعری میں اوّلین اہمیت معراج ناموں کی ہے۔ ان معراج ناموں پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوتا ہے کہ روایات کے بیان میں شعرا کا یہ ادّعا کہ وہ تحقیق کے بعد روایات کو نقل کر رہے ہیں۔ ان کے تاریخی شعور ہی کا گواہ ہے۔

محمد بن مجتبیٰ مہدوی اپنے معراج نامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

بزرگوں نے لکھے ہیں جو رسالے دقائق اور حقایق ان میں ڈالے
سو عاجز نے نپٹ آسان بولا بچارے کن جو گٹھڑی تھی سو کھولا(iii)

شاہ کمال الدین اپنے معراج نامے میں لکھتے ہیں:

نامۂ معراج در ہندی زباں جو بلاقی نے کیا تصنیف آں
تھے روایت اس میں شاید مختلط ہم صحیح و ہم ضعیف و ہم غلط
لاجرم در طبعِ موزونِ بلند نامۂ مذکور نہیں آیا پسند(iv)

مولانا باقر آگاہ نے بھی سیرت النبی ﷺ کے بیان میں معجزات اور معراج کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرنے کا دعویٰ کیا ہے:

جیسا فتاحی لکھا ہے معجزات اکثر اس میں ہے غلط اور جھوٹ بات
اور یوں نور و شمائل کا بیان اور یوں معراج نامہ اے میاں
اور وفاتِ شاہ کا ذکر اس نمط اکثر ان نسخوں کا ہے مضمون غلط(v)

یہ الگ بحث ہے کہ شعرا مکمل اور مستند معلومات کے حصول میں کہاں تک کامیاب ہوئے لیکن درست تاریخی حقائق کی تلاش کی کوشش ہر عہد کے شعرا کے ہاں جھلکتی ہے۔ میر ضمیر معراج نامے کے آغاز میں لکھتے ہیں:

اگرچہ مجھے یاد تھا حرف حرف کہ اوقات کی ان کتابوں میں صرف
مگر احتیاطاً گئی اور بھی کتابیں منگائی فریقین کی
مطالب لیے ان سے کر انتخاب کہ خذ ما صفا اور دع ما کدر(vi)

ابوالحسن واحد رضوی مثنوی ''معراج نامہ'' کی ابتدا میں انھی خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

بہت لکھے گئے معراج نامے مطوّل مختصر بجرے بجامے
بصد انداز و بارنگین خیالات شدہ آراستہ بااستعارات
مزیّن باصنائع و بدائع بجا ہے گر کہیں ان کو روائع

حقیقت سے مگر ہیں بعض عاری　　فقط لفاظی و نغمہ نگاری
روایاتِ صحیحہ سے تہی ہیں　　حکایاتِ منیعہ سے تہی ہیں
کہیں تعلیل و ندرت کا سہارا　　کہیں تزئین و جدّت کا سہارا
بجا ہے شعر میں صنعت گری بھی　　مگر ہے احتیاط اس میں ضروری(vii)

تہذیب کا ایک اہم عنصر مذہب ہے یہ عنصر کسی بھی قوم کے اجتماعی لاشعور میں ایک غالب عامل کے طور پر محفوظ ہوتا ہے۔ تاریخ کا حصہ بننے والے بیشتر واقعات اس عنصر سے کلّی طور پر آزاد نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اپنی قومی و ملی تاریخ کو سمجھنے والے ذہن، مذہب کو ایک شناختی حوالے کے طور پر ذہن میں رکھتا ہے۔ یہی ذہن جب آمادۂ تخلیق ہو تو دیگر تشخصات کی طرح ان تاریخی صداقتوں کا اظہار بھی کرتا ہے جن سے وہ منسلک ہوتا ہے۔ سیّد محمد اشرفی جیلانی کے معراج نامہ کی تشبیب دوم میں معراج سے قبل عربوں کی اسلام دشمنی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ مختصر الفاظ میں یہ تاریخی حقائق بخوبی سامنے آتے ہیں:

عروجِ دینِ برحق جتنا ہوتا　　عناد ان کا اسی حد تک بڑھا ہے
پروپیگنڈا میں کوئی ہے مشغول　　کوئی اسکیم سازی میں لگا ہے
تشدّد پر اتر آیا ہے کوئی　　کوئی کیا دیوں میں مبتلا ہے
مگر اسلام کا ہے بول بالا　　اسے معراج ہی صبح و مسا ہے
جماعت پر جماعت لائی اسلام　　زمانہ کلمہ پڑھتا جا رہا ہے
منات و لات پر اب مار کر لات　　خدا کا سربسر کوئی بنا ہے
نہ روکے سے رکا ہے سیلِ اسلام　　تو فتنہ گر ہر اک گھبرا رہا ہے
رجب کی آگئی چھبیسویں آج　　گلی میں مکّہ کے اک جمگھٹا ہے
خدا کا نام مٹ جائے جہاں سے　　یہی ہر ایک کا اک مدّعا ہے
کسی نے رائے بائیکاٹ کی دی　　تو کوئی اس سے بڑھ کر کہہ رہا ہے(viii)

اسلامی تہذیب کی بنیاد وحدانیت پر ہے۔ اس عقیدے نے اسے بلند آہنگ فکر عطا کی ہے۔ اسلامی تہذیب کے تمام اہداف آفاقی ہیں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی تشکیل کرتے ہیں۔ اسلامی تہذیب میں جو کشادگی اور رواداری پائی جاتی ہے۔ اس کا اثر ہے کہ اسلامی تاریخ سے

جڑے واقعات و تلازمات کا دائرۂ اثر بھی وسیع ہے۔ ہر عہد میں بدلتے رجحانات اور ترقی پاتے ہوئے افکار و نظریات ماضی سے زیادہ باشعور اور پختہ رویوں کو پیدا کرتے ہیں۔ قدیم شاعری میں جس طرح روایاتِ معراج کا ذکر محض ملتا ہے۔ جدید ادب میں اس کے بجائے تاریخی سرچشموں سے اکتساب فکر کی ایک مختلف رَو دکھائی دیتی ہے۔ شعرا نے واقعۂ معراج کے تاریخی انسلاکات سے فکر و نظر کے نئے چراغ جلائے ہیں۔ شاعری میں علامتی پیرائے سے جو وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ شاعر علامت کے استعمال کو ابہام کے بجائے ایسی تہ داری عطا کرے کہ علامت ایک تہذیبی عنصر کے طور پر سامنے آئے۔ یہ بھی لازم ہے کہ شاعر تاریخی تناظرات سے واقف ہو۔ تاریخی صداقتوں کو درست صورت میں پیش کرے۔ شعریت کی خاطر حقائق کو مسخ نہ کرے۔

یہ مذہبی تاریخی شعور ایک تلمیحی و استعاراتی نظام کا باعث بھی بنتا ہے شعرا کے ہاں یہ تلمیحی اشارے تاریخی شعور کے نمائندہ ہو کر ہی جزوِ تخلیق بنتے ہیں۔ غزل سے ایسی تاریخی تلمیحات کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

مرے حق میں عنایت نامۂ یار
مثالِ شہپرِ روح الامیں ہے(ix)

(ولیؔ)

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے
وہاں پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا(x)

(دردؔ)

واں طائرِ خیال اُڑے تھا مرا جہاں
پرواز عاجزی میں پرِ جبرئیل تھا(xi)

(ذوقؔ)

چلا جو اڑ کے مرے طائرِ خیال کے ساتھ
تو ٹوٹ کر وہیں بس بال و پر ملک کے گرے(xii)

(ظفرؔ)

اس کی امت میں ہوں میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہ کے غالب گنبدِ بے در کھلا(xiii)

(غالبؔ)

زمیں سے قدم عرش پر لے گیا
فرشتوں سے بازی بشر لے گیا(xiv)

(داغؔ)

تجھے ملتا نہیں گھر ان کا قاصد
گئے کیونکر پیغمبر لا مکاں تک(xv)

(امیرؔ)

جہاں ہے پست ملائک کی ہمتِ عالی
وہاں پہ لیتی ہے دم میری بے پروبالی(xvi)

(عزیزؔ)

آ تجھ کو دِکھا دوں کہ ستاروں سے بھی آگے
انسان کے نقشِ کفِ پا ہیں کہ نہیں ہیں(xvii)

(حفیظؔ)

آدم کی سُلگتی ہوئی تاریخ رقم ہے
جبریل کے شہپر سے مرے دامنِ تر تک(xviii)

(ندیمؔ)

بیتِ حرم سے بیتِ مقدس کی ہو اُڑان
فاتح اتر رہے ہوں سفر ہو براق سے(xix)

(صفوتؔ)

شاعر اپنی اجتماعی تاریخ کے ساتھ سفر کرتا ہے تاریخی شعور زمانوں کے درمیان رشتہ قائم کرتا ہے۔ اس تاریخی شعور کی وضاحت شاعری میں مستعمل تلمیحی اشاروں سے ہوتی ہے اور احساس ہوتا ہے کہ تخلیق کار اپنے مطالعے اور تخلیقی ریاضت کے ذریعے عہدِ گزشتہ سے جڑا ہوتا ہے۔ واقعۂ معراج کی وقعت اور تاثر تمام زمانوں کو محیط ہے لیکن اس کا وقوع پذیر ہونا تاریخ کے ایک خاص عہد سے تعلق رکھتا ہے۔ تخلیق کار اس کے اثر

کو نہ صرف اپنی ذات اور سماج کے حوالے سے ارضی سطح پر محسوس کرتا ہے بلکہ تاریخ کے ہر گوشے پر ثبت شدہ نشانات کو دیکھ کر آئندہ زمانے میں اس کے عواقب کو سوچتا ہے یوں اس کے فن پارے کو آفاقی رنگ نصیب ہوتا ہے۔

تاریخ کی طرح سائنس اور ادب کے مباحث بھی بہت قدیم ہیں لیکن جدید دور میں شعرا کی جدید علوم اور خاص طور پر سائنس میں دلچسپی ان کی تخلیقات سے عیاں ہے۔ عصرِ حاضر، دانش کا عہد ہے، سائنس تیزی سے تغیر پذیر ہے۔ سائنسی نظریات سے متعلق فلسفیانہ موشگافیاں اور جدید تناظرات کا ادراک شاعر کی خواہش ہے اور اس کے تخلیقی عمل کا ایک اہم عنصر ہے۔ نت نئے سائنسی انکشافات، پختہ شعور تخلیق کار کے قلم سے ایک ادبی اظہار پاتے ہیں اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زندگی کا ہر پہلو ادب میں اظہار چاہتا ہے اور یہ اظہار ناگزیر ہے۔ تمام خارجی حقائق ادبی اظہاریے کا جزوِ بند نہ ہوں تو جامع ادب کا وجود میں آنا ممکن ہی نہیں۔ جدید شعری فکر مذہب، فلسفہ اور سائنس کے عناصر کی بہترین ہم آہنگی کی خواہاں ہے۔

ادب میں تاریخی و سائنسی شعور ایک لازمہ نہیں اور نہ ہی یہ ادب کے لیے معیار اور پیمانہ ہے۔ ادبی تخلیق کا عمل اس دباؤ سے آزاد ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ انسان کی معاشرتی زندگی کے جملہ افکار و نظریات غیر ارادی طور پر ہی تخلیقی شعور کا حصہ بن جاتے ہیں۔ فن پارہ ہوا میں تخلیق نہیں ہوتا۔ زمینی، تہذیبی، جغرافیائی موجودات اور تغیرات اس کے خمیر میں شامل ہوتے ہیں۔ سائنس نے واقعہ معراج ہی سے روشنی پاتے ہوئے جن مشاہدات اور معروضات کو مطمعِ نظر بنایا، ادب نے بھی اسے خیال و تصور کی بنیاد بنایا۔ سائنس سے واقفیت کا احساس تخلیقی اذہان پر بھی نظر آتا ہے اور یہ اثر تمام سائنسی علوم کے حوالے سے ہے قدیم معراج ناموں میں علمِ فلکیات کا اظہار بار ہا نظر آتا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اوّل چاند خدمت کو حاضر ہوا — اوسی تے دو عالم پہ ناظر ہوا
گگن دوسرے پر چڑھیا شہ گھنیر — عطارد ہوا خاص شہ کا دبیر
چڑیا شاہ تیسرے سماوات پر — سو زہرہ کھڑا آ او سر باند کر (xx)

(معظم)

گیا پیش جب چرخ اوّل دھم
سٹیا سوترنگ چاند کے تن پر سم

گئے جیوں دوجے آسماں کے اوپر
کئے سو عطارد طرف یک نظر

سیوم چرخ پرواں تے کیتا گون
نظارہ کیا سوچ زہرہ رخن

کیا چرخ چارم پہ جب واں سوں دھانو
سٹیا سو ہمائے سعادت کی چھانو

کیا جب فلک ساتویں پہ ہلک
دیکھیاواں جو مریخ کی دھیرٹک

گئے جوں چھٹے آسماں کے فراز
ہوا مشتری واں جو آ پیش واز

کیا وان تے جیوں چرخ ہفتم پہ چال
زحل نحس اکبر کو پا جگ کا کال(xxi)

(نصرتی)

قمر نے تب کہا اے شاہِ شاہاں　مرے سے برطرف ہو نقص نقصاں
کہے حضرت تو ہے برچرخِ دنیا　کہ یہاں لازم ہے گھٹنا اور بڑھنا(xxii)

(شفیقؔ)

یہ رجحان صرف ابتدائی معراج ناموں تک ہی محدود نہیں محسن کاکوروی کے قصیدۂ معراجیہ، ''مثنوی چراغ کعبہ'' میں گریز کے ان اشعار میں سیارگان کا ذکر دیکھئے:

چلے میں پیر قوس روپوش　عقرب کے پیش میں بھرا نوش
گردوں کو اسد کیے ہوئے زیر　چھوٹا ہوا نیل گاؤ پر شیر
رفعت کا ہوا ہے سکہ جاری　میزاں کے ہیں دونوں پلڑے بھاری
نو شاہ بنا ہوا ہے جوزا　ہے زیبِ کمر زری کا پٹکا
مریخ شہِ بلند اختر　گردوں کا لڑا ہوا مقدّر
کیوان کو دمِ سکندری ہے　چمکی زہرہ کی مشتری ہے(xxiii)

نظم طباطبائی کے قصیدۂ معراجیہ سے بھی اجرام فلکی کی معلومات ملاحظہ ہوں:

چرخ مقرنس سے بڑھے بام مکو کب پر چڑھے
نقشِ قدم پر آپؐ کے آنکھیں ستاروں نے ملیں
شعری کتھا کلبِ آستاں اور نسر مرغ پر فشاں
دلو فلک اک آبپاش اور سنبلہ اک خوشہ چیں
طیوق تھا اک دید باں بہرِ حصارِ آسماں

کف الخضیب اک مشعلہ دارِ رہِ سلطانِ دیں(xxiv)

جدید علوم اور سائنس کے ساتھ مذہبی شناخت کے آمیز ہونے سے ایسا ادبی اظہار تشکیل پاتا ہے جس سے بظاہر متنوع موضوعات سامنے آتے ہیں جو بباطن ان تمام حوالوں سے آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ سائنس کا موضوع فطرت کی تفہیم اور تسخیر ہے۔ یہ دونوں پہلو جس طرح معراج سے مربوط ہیں۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ادب میں سائنس کے مذکورہ بنیادی موضوعات کا اظہار جب معراج کے توسط سے ہوتا ہے تو ادبی تخلیق کو زمان و مکاں سے ماورا اثر پذیری عطا کرتا ہے۔ تہذیب کی منازل کو طے کرنے کے متعدد جغرافیائی، اقتصادی، نفسیاتی عوامل ہوتے ہیں۔ جن میں مذہب، زبان اور اصول تعلیم و تربیت بھی شامل ہیں۔ انسان معاشرے میں رہتے ہوئے ماحول کو اپنی بنیادی ضروریات کے مطابق ڈھالتا ہے اور سائنس کی مدد کے بغیر ایسا ممکن نہیں لہٰذا سائنسی عناصر شاعری میں قدیم دور سے ہی شامل ہوتے رہے ہیں۔ میر و غالب کے اشعار میں اور قدیم داستانوں میں ان کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ ہر عہد کی تحریروں میں سائنسی ایجادات، آلات، ذرائع ابلاغ کا ذکر لا محالہ شامل ہو جاتا ہے اور معراجیہ شاعری بھی اس امر سے مستثنیٰ نہیں۔ تشبیہات کے استعمال میں بھی سائنسی شعور کی جھلک ملتی ہے:

یوں پھوڑ گیا گگن او سو دھن
جیوں گدڑی سات تہ کی سوزن(xxv)

طے کیا نہ پردۂ گردوں شبِ معراج میں
جیسے عینک سے گزر جائے نگاہِ تیز پا(xxvi)

یوں عرش کو جگمگا کے آئے
جس طرح خیال جا کے آئے(xxvii)

خرامِ ناز نے جوہر دِکھایا
نگہ کی مثل جا کے لوٹ آیا(xxviii)

گزرا وہ سبک خرام ایسے
شیشے سے نظر ہو پار جیسے(xxix)

براقِ برق پیکر لے چلایوں ذاتِ انور کو
فضا میں تیر جائے جس طرح بجلی کی تابانی
حضور اس طرح گزرے گنبد مینائے گردوں سے
نظر جس طرح شیشے سے گزر جائے با آسانی(xxx)

نذّر صابری کے معراج نامے سے یہ مثالیں دیکھئے جن میں انسانی جسم اور مظاہر کائنات کی مادّی کیفیات سے متعلق یہ معلومات بھی سائنسی شعور کی ذیل میں آتی ہیں جن کا ذکر واقعۂ معراج کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

سبھی صورتیں جذبی ، حسی ، خیالی — سبھی جنبش فاعلی ، انفعالی
سبھی حرکتیں اضطراری ، ارادی — ادائیں بھی سہوی ، فطری و عادی
جہانِ بشر کی ہیں سو جانے والی — جمود و تعطل میں کھو جانے والی
نہ تولید و تعمیر کی کارسازی — نہ تحلیل و تخریب کی ترکتازی(xxxi)

سیّد کچھوچھوی کے معراج نامے میں سائنسی آلات، معلومات اور حقائق کا ذکر کیا گیا ہے یہ ذکر کہیں تشبیہ کے تحت ہے اور کہیں شاعر نے منکرینِ معراج کو سائنسی دلائل پیش کیے ہیں:

یہ سمجھو جیسے بجلی کوندتی ہو
براق ایسا کہ برق الرعد سے جو

براق اڑتا ہوا یوں جارہا ہے
کہیں بالفظ و معنی بڑھ رہا ہے (xxxii)

براق اس شان سے جاتا ہے اوپر
ہے جاتا تار و ٹیلی فون جیسے

کہ جیسے لفٹ چھت پر چڑھ رہا ہے
رواں جیسے کہ ریڈیو کی صدا ہے (xxxiii)

نہیں معراج میں حیرت کا موقع
کوئی ڈھیلا اُٹھا کر اونچا، پھینکو
جھکاؤ جس طرح شعلے کو چاہو
ہر اک شے اپنے مرکز کو ہے جاتی
گیا نورِ خدا گر عالمِ نور

کہ مرکز اپنی ہر شے کھینچتا ہے
تو دیکھو گے زمین پر گر پڑا ہے
مگر پاؤ گے اوپر جا رہا ہے
کشش کا مسئلہ مانا ہوا ہے
تو حیرت کیا ہے استعجاب کیا ہے (xxxiv)

جدید دور میں اُردو نعت بھی معراج کے حوالے سے اسی سائنسی شعور کی حامل نظر آتی ہے جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

جہاز و راکٹ اسکائی لیب و طیارے
براقِ سرورِ عالم سے استفادہ ہیں (xxxv)

ترے براق کی رفتار روشنی سے بھی تیز
ابھی زمیں پہ ابھی عرش پر قیام اترا (xxxvi)

ٹھہری ہوئی ہے گردشِ دوراں رکا ہے وقت
ہے روحِ عصر گرمِ سفر مصطفیٰ کے ساتھ (xxxvii)

علم جیومیٹری نے پائی سند

قابِ قوسین کے حوالے سے(xxxviii)

جدید علوم اور سائنس نے ادب کو خاطر خواہ متاثر کیا ہے۔ شاعری میں جہاں انسان سے متعلق نفسیاتی، شعوری، لاشعوری پہلوؤں پر غور و فکر اور اظہار خیال ہوا وہاں خارجی دنیا سے متعلق موضوعات کو افہام سے گزارنے کی سعی بھی ہوتی رہی ہے۔ انسان کا کائنات سے جو ذہنی تعلق سائنس کی بناپر قائم ہوتا ہے۔ شاعری بھی اس کا اظہار کرتی ہے۔ انسان کے لیے علم و آگہی کا ذریعہ مشاہدۂ کائنات اور مظاہرِ کائنات کی تحقیق ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے مطالعۂ فطرت، تحقیق اور جستجو کی رغبت قرآنِ پاک سے حاصل کی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

'' وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ''

''اور مسخر کر دیا تمہارے لیے اپنی طرف سے سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں۔''(الجاثیہ: ۱۳)

اُمتِ مسلمہ کے دیگر اقوام سے سماجی و ثقافتی اختلاط نے اس مرکزی نقطے کو دھندلا دیا۔ رفتہ رفتہ جمود اور تعطّل کی راہ پیدا ہوئی۔ دشمنانِ دیں کی مساعی سے برصغیر میں جدید علوم کو مخالفِ دین سمجھنے کا منفی شعور مسلمانوں میں پیدا ہو گیا تھا:

''بعض تاریخی عناصر ہیں جو صدیوں ناجائز سیاسی اقتدار، تعلیمی وسائل کی کمی، معاشرے اور معیشت کا انحطاط اور عدم مساوات کی بناپر پیدا ہوئے تھے اور جو کمی رہ گئی تھی۔ اسے طویل عرصے تک خارجی طاقتوں کی غلامی نے پورا کر دیا۔ چنانچہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہم اسلام کی صحیح تفہیم کے بغیر اس صورتحال کو ٹھیک کر سکیں۔''(xxxix)

برصغیر کے شعرا میں اسلام اور سیرتِ مصطفیٰ کی تفہیم کی کوشش اقبالؔ نے کی واقعۂ معراج میں مضمر عروجِ عبدیت کے پیام کو آشکار کیا۔ یہ واضح کیا کہ حدودِ سماوات قوتِ انسانی کی زد میں ہیں اور کائنات کی وسعتوں میں انسان کے ارتقا کے لامتناہی امکانات موجود ہیں۔ اقبال نے واقعہ معراج کو تسخیرِ افلاک کے لیے سنگِ میل قرار دیا۔

دے ولولۂ شوق جسے لذتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرّہ مہ و مہر کو تاراج

ناوک ہے مسلماں ہدف اس کا ہے ثریا
ہے سرِّ سراپردۂ جاں نکتۂ معراج(xl)

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں(xli)

اقبال نے معراج کے ثمرات کی تحقیق کی طرف نگاہِ مسلم کو جس طرح متوجہ کیا اس کا مفصل ذکر باب سوم میں کیا گیا۔ جدید دور میں دیگر شعرا نے بھی واقعۂ معراج کو کاشف الحقائق کے طور پر محسوس کیا ہے۔ انسان کی مادی ترقی اور سائنسی عروج کا پیغام بھی واقعہ معراج میں مضمر ہے۔ جدید ایجادات و اختراعات اور انسانی رسائی کے دم بدم ترقی پاتے ہوئے مقامات انسان کی جدّتِ شعور کا نتیجہ سمجھے جاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں بیشتر علوم، جو بالخصوص انسان کی اس بے شمار ترقی کا باعث ہیں ان سب علوم کا مرجع واقعۂ معراج ہے۔

اسلام اور جدید سائنس کے حوالے سے ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

> ''آج سے چودہ سو سال قبل اہلِ زمین کو یہ پیش گوئی سنائی گئی کہ تم میں سے کم از کم تین شخص کسی چیز پر سوار ہو کر پرواز کریں گے اور زمین کے طبق سے چاند تک پہنچیں گے لیکن تسخیرِ ماہتاب کے بعد انسان کی تگ و دو ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ جاری رہے گی اب اسی طرح مریخ کے طبق تک انسان رسائی حاصل کرتا دکھائی دے رہا ہے۔ انسانی پرواز کی یہ کامیاب کاوشیں دراصل واقعۂ معراج کی صحت و حقانیت پر روشن مادّی دلیلیں بنتی جا رہی ہیں۔''(xlii)

معراج کے موضوع پر کی گئی شاعری سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ جو اسی نقطۂ نظر کا اظہار کر رہی ہیں:

جو حقائق تھے کئی لاکھ برس سے مخفی
چند برسوں میں بنے علم کی آیاتِ جلی
اس قدر بڑھ گئی انسان کی رفتارِ نظر
کفِ آدم میں ہے اب آئینہ شمس و قمر
کاش! اس رازِ ترقی کو جہاں جان سکے
کاش! اس محسنِ تہذیب کو پہچان سکے (xliii)

اب ہے دریاؤں کی شوریدہ سری معنی خیز
جل رہے ہیں اسی پانی سے چراغِ الفت
سینۂ سیلِ حوادث پہ سفینے ہیں رواں
سر اُٹھانے کی سمندر کو نہیں ہے جرأت
چاند پر پاؤں بھی رکھ کر نہ رکا اک لحظہ
اللہ اللہ یہ انسان ثریا رفعت
یہ مرا دور ہے معراجِ پیغمبر کے طفیل
ارتقا ساری اسی کی ہے رہینِ منّت (xliv)

جدید شاعری میں معراج کو بیان کرتے ہوئے خلائی سائنس کے اصولوں کے حوالے سے بھی غور و فکر کیا گیا۔ شقِ صدر کے واقعے کو بھی شعرا نے سائنسی نگاہ سے دیکھا ہے۔ انسان نے وقت کے ساتھ ساتھ خلائی سفر کے مخصوص لوازمات کو دریافت کر کے خلاؤں کے سفر کو ممکن بنالیا ہے اور اب وہ اپنے عقلی انکشافات کو واقعۂ معراج سے مربوط کر کے دیکھتا ہے۔

صفوتؔ کے معراج نامے سے مثالیں دیکھیے:

نظامِ ہاضمہ کا مختلف تشکیل ہونا بھی
کہ معمولی ہے اس میں جین کا تبدیل ہونا بھی
معائنہ یہاں طبّی سمجھ لیں جسمِ اطہر کا
کہ ہر ''سیل'' کا یہاں تبدیل ہونا اپنے سرور کا
براہِ راست دی جاتی ہے حضرت کو توانائی
یہ خلیے آپؐ کے تبدیل ہو جاتے ہیں آبائی
خدا کی ذات ایسی ہے جو ہر دم ہے ہمیشہ ہے
توانائی اسی کی مستقل ہر وقت تازہ ہے(xlv)

عمیق حنفی شقِ صدر کا ذکر نظم میں یوں کرتے ہیں:

---ملبّب سنہرے پیالے میں شاید
وہ محلول عرفان و ایمان کا تھا
جسے ان فرشتوں نے سینے کے اندر انڈیلا
فرشتوں نے کیا ایٹرائے ہیں قلب و جگر؟
کہ طے ہو خلائی سفر؟(xlvi)

موجودہ دور سائنسی ترقی کا دور ہے۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ معجزاتِ نبوی اور سائنسی ایجادات کے ربط کو اذہانِ نو پر واضح کیا جائے۔ عقلِ انسانی نے واقعۂ معراج کی توجیہ و توضیح کے سفر میں سائنس کا یہ سفر طے کیا ہے لیکن بات صرف یہیں تک محدود نہیں آئندہ زمانوں میں بھی انسانی عقل اس معجزے سے روشنی پا کر اپنی راہ متعین کرتی رہے گی۔ ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

''معراج کا واقعہ عالمِ انسانی کے لیے اشارہ ہے کہ اس کائناتِ رنگ و بو میں موجود عناصر ہی کی باہم کسی انوکھی ترکیب سے اس بات کا قوی امکان ہے کہ انسان روشنی کی رفتار کو پالے اگر ایسانہ ہوا تو لاکھوں کروڑوں سال کی مسافتوں میں بکھری ہوئی اس کائنات کی تسخیر کا خواب ادھورا رہ جائے گا۔''(xlvii)

جیسے جیسے انسان کی عقل و شعور اور واقفیت میں اضافہ ہوا ہے ویسے ویسے اس پر مزید پیچیدہ اور حیران کن اسرارِ قدرت منکشف ہوئے ہیں۔ سائنس سچائی کو تجربہ کی کسوٹی پر پرکھتی ہے جبکہ ادب اسے رویوں اور افکار میں منعکس دیکھتا ہے۔ ادب اور سائنس کا امتزاج انسان کو جینے کے لیے قابلِ عمل فکر، فہم اور ادراک عطا کرتا ہے اسی لیے جوں جوں سائنس کی دنیا میں واقعۂ معراج کی بنیاد پر تحقیق و تجربات کا سفر آگے بڑھے گا اس شعور کی شعر و ادب میں عکاسی ہوتی رہے گی۔

حوالہ جات

i۔ انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم، تالیف ولیم ایل اینگر، ترجمہ: مولانا غلام رسول مہر، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۰، ۱۱

ii۔ افتخار احمد صدیقی (مترجم)، شذراتِ فکرِ اقبال، مجلس ترقی ادب، لاہور: طبع سوم ۲۰۱۶ء، ص: ۱۴۰

iii۔ بحوالہ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، اُردو کی نعتیہ شاعری، دانش اکیڈمی، بہار، ۱۹۷۴ء، ص: ۳۰

iv۔ ایضاً، ص: ۳۰، ۳۱

v۔ بحوالہ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، اُردو میں نعتیہ شاعری، اُردو اکیڈمی، سندھ، کراچی: ۱۹۷۶ء، ص: ۲۰۰

vi۔ ڈاکٹر حیدر کاشمیری، میر ضمیر تحقیقی مطالعہ، مکتبہ ادبستان، سری نگر، ۱۹۷۲ء، ص: ۱۳۰

vii۔ ابوالحسن واحد رضوی، معراج نامہ، آستانہ عالیہ شریف، اٹک، ۲۰۱۶ء، ص: ۱۸، ۱۹

viii۔ سیّد محمد اشرفی جیلانی، معراج نامہ، مشمولہ: جہانِ نعت، قصیدۂ معراج نمبر، حیدر آباد دکن، ۲۰۱۶ء، ص: ۱۰۸

ix۔ ولی دکنی، کلیاتِ ولی، مرتبہ: نورالحسن ہاشمی، قومی کونسل، برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی: ۲۰۰۸ء، ص: ۲۸۸

x۔ خواجہ میر دردؔ، دیوانِ دردؔ، مرتبہ: ڈاکٹر نسیم احمد، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی: ۲۰۰۳ء، ص: ۱۲۱

xi۔ شیخ ابراہیم ذوق، کلیاتِ ذوق، مرتبہ: تنویر احمد علوی، مجلس ترقی ادب، لاہور: ۱۹۶۶ء، ص: ۱۹۸

xii۔ بہادر شاہ ظفر، کلیات ظفر، جلد دوم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: ۲۰۰۰ء، ص: ۶۹۰

xiii۔ مرزا اسداللہ خاں غالب، دیوانِ غالب، مرتبہ: امتیاز علی عرشی، مجلس ترقی ادب، لاہور: ۲۰۱۱ء، ص: ۱۸۸

xiv ۔ مرزا خان داغ، مہتابِ داغ، مطبع عزیز، دکن: ۱۳۱۰ھ، ص: ۳۰

xv ۔ امیر مینائی، مرآۃ الغیب، مطبع نول کشور، کانپور: ۱۹۰۴ء، ص: ۱۶۳

xvi ۔ عزیز لکھنوی، انجم کدہ، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ: ۱۹۵۵ء، ص: ۸۹

xvii ۔ حفیظ جالندھری، نغمہ زار، مکتبہ یادگار، لاہور: ۱۹۷۴ء، ص: ۱۴۲

xviii ۔ احمد ندیم قاسمی، دشتِ وفا، اساطیر، لاہور: ۲۰۰۰ء، ص: ۱۳۳

xix ۔ صفوت علی صفوت، سوادِ حُور، ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی: ۲۰۰۷ء، ص: ۲۵

xx ۔ شاہ معظم، بحوالہ ڈاکٹر حسینی شاہد، شاہ معظم، انجمن ترقی اُردو، آندھرا پردیش: ۱۹۷۸ء، ص: ۷۲

xxi ۔ نصرتی، گلشنِ عشق، مرتبہ: سیّد محمد ایم۔اے، مجلس اشاعت دکنی مخطوطات، ۱۰۶۸ھ، ص: ۱۹، ۲۰

xxii ۔ شفیق اورنگ آبادی، معراج نامہ، مشمولہ: نعت رنگ، شمارہ: ۰۶، اقلیم نعت، کراچی: ستمبر ۱۹۹۸ء، ص: ۳۸۶

xxiii ۔ محسن کاکوروی، کلیاتِ نعت مولوی محمد حسن، نامی پریس، کانپور: ۱۳۲۳ھ، ص: ۱۲۸، ۱۲۹

xxiv ۔ سیّد حیدر علی نظم طباطبائی، نظم طباطبائی جزو اوّل، رضوی پرنٹرز، حیدرآباد: س ن، ص: ۱۳۵

xxv ۔ قاضی محمود بحری، من لگن، مرتبہ: سخاوت مرزا، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی: ۱۹۵۵ء، ص: ۱۱

xxvi ۔ منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی، کلیاتِ تسلیم، مطبع نول کشور، لکھنؤ: ۱۲۸۸ھ، ص: ۵

xxvii ۔ صبا اکبر آبادی، دستِ دعا، جہان حمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص: ۱۳۷

xxviii ۔ بحوالہ فرمان فتحپوری، اردو کی نعتیہ شاعری، حلقہ نیاز و نگار، کراچی: ۱۹۷۴ء، ص: ۱۴۳

xxix ۔ صبا اکبر آبادی، دستِ دعا، ص: ۱۳۶

xxx ۔ اقبال سہیل، ارمغانِ حرم، مرکز ادب جہانگیر آباد پیلس، لکھنؤ: ۱۹۶۰ء، ص: ۱۴۳

xxxi ۔ نذر صابری، معراج نامہ، مشمولہ: سہ ماہی فروغ نعت، اٹک: شمارہ: ۸، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۰۸

xxxii ۔ سیّد محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی، معراج نامہ، مشمولہ جہانِ نعت، شمارہ، ص: ۱۱۲

xxxiii ۔ ایضاً، ص: ۱۲۱

xxxiv ۔ ایضاً، ص: ۱۳۰

xxxv ۔ خالد محمود، نعت کائنات، اصنافِ سخن نمبر، جنگ پبلشرز، لاہور: ۱۹۹۳ء، ص: ۲۹۷

xxxvi ۔ شاہد نقوی، صراط و سلسبیل، ادارۂ تقدیس علم، کراچی: ۱۹۹۲ء، ص: ۵۳

xxxvii۔ حزیں صدیقی، حرفِ ابد، بزمِ ضیائے ادب، ملتان:۱۹۹۶ء، ص:۲۶

xxxviii۔ خالد محمود، نعت کائنات، ص:۲۹۷

xxxix۔ محمد عمر چھاپرہ، مسلم تہذیب، مترجمہ: محمد ذکی کرمانی، ایویروز اکیڈمی، علی گڑھ:۲۰۱۵ء، ص:۲۴۰

xl۔ ضرب کلیم، کلیاتِ اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور:۱۹۷۳ء، ص:۱۷

xli۔ بالِ جبرئیل، کلیاتِ اقبال، ص:۲۷

xlii۔ ڈاکٹر طاہر القادری، اسلام اور جدید سائنس، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور:۲۰۰۱ء، ص:۲۲۶

xliii۔ وزیر الحسن عابدی، فروغ نعت، اٹک: شمارہ:۹، ۲۰۱۵ء، ص:۲۶

xliv۔ ظفر شارب، کاسۂ نکر، علی محتشم، لاہور: ص:۴

xlv۔ صفوت علی صفوت، مثنوی رسول، بحوالہ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط، نعت رنگ، کراچی: شمارہ:۲۹، اکتوبر ۲۰۱۹ء، ص:۱۵۱

xlvi۔ عمیق حنفی، صلصلۃ الجرس، مکتبہ شعر و حکمت، حیدر آباد:۱۹۷۱ء، ص:۶۴۵

xlvii۔ ڈاکٹر طاہر القادری، فلسفہ معراج النبیؐ، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور:۲۰۰۰ء، ص:۱۱۲